١٩٢٧

۲۱ جلد

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	بارہ روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سولہ روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مليجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۳۱ — کلکته : جمعه ۱۵ - جمادی الاولی ۱۳٤٦ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 11, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت، کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲٤۰	اردو حروف کی حق مین	٤۳۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۲)

(برطاني شهنشاهي کي قومیں)

(مجموعي آبادي ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستاني	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسي	۱۰۰۰۰۰
یهودي	۱۰۸۴۰۰۰
دوسري قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یوروپین)

برطاني ' فرانسیسي ' کنیڈي ' بولر ' وغیره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سیاه فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستاني	۶۱۵۰۰۰۰۰
پاپونس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسي	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایو وغیره	۹۵۵۶۰۰۰
برمي	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چیني	۲۳۰۸۰۰۰
تبتي	۳۰۰۰۰۰
مولر	۵۳۰۰۰
دیسي امریکن	۱۵۶۰۰۰

(دنیا کي آبادي هر مربع میل کے حساب سے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمني	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحدهٔ امریکا	۳۱

(هندوستان کي آبادي مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ میں	سنه ۱۹۱۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسي	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائي	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یهودي	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کي آبادي جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستاني صوبوں کي آبادي	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئي	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یوپي	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑیسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۲۳۸۲۳
صوبهٔ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدي	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کي آبادي زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستاني	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالي	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹي	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابي	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستاني	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناري	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتي	۹۵۵۱۹۹۲
برمي	۸۴۲۳۲۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولي جاتی هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهه آدمیوں سے زیاده کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنه ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

(ہندو)

ہندو عورتوں کی مجموعی تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

ہندو بیواؤں کی مجموعی تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کی مجموعی تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸

مسلمان بیواؤں کی مجموعی تعداد : ۴۷۱۲۵۶۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۶۸۱۲
بمبئی	۱۶۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
یو' پی	۱۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بہار اڑیسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۴
آسام	۵۷۳۳۰۱۱
کل برطانی ہند	۲۱۰۳۰۵۰۰

ہندوستان میں اپاہجوں کی تعداد (سنہ ۱۹۲۱ ع) میں

صوبہ	دیوانے مرد	دیوانے عورتیں	بہرے گونگے مرد	بہرے گونگے عورتیں	اندھے مرد	اندھے عورتیں	کوڑھی مرد	کوڑھی عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۶۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئی	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۱۶۹۶۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۲۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
یو' پی	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۶	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۶۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۹۲۸۸	۹۴۴۷	۵۴۳۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بہار اڑیسہ	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۲۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سی' پی	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۴۷۴۷	۳۴۵۹	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطانی ہندوستان میں	۴۴۶۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۶	۶۲۱۸۰	۲۲۹۴۲

(بیواؤں کی تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کی				۱۵۱۳۹
۵ برس سے	۱۰	برس تک کی		۱۰۲۲۹۳
۱۰	"	۱۵	"	۲۷۹۱۲۴
۱۵	"	۲۰	"	۵۱۷۸۹۸
۲۰	"	۲۵	"	۹۶۶۶۱۷
۲۵	"	۳۰	"	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰	"	۳۵	"	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵	"	۴۰	"	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات ہر ہزار انسانوں میں)

	آبادی سنہ ۱۹۲۱ میں		سنہ ۱۹۲۵ میں
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۱۱٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۲٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمنی	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۶٫۲	۱۴٫۵
ہندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۳۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنہ ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمنی	۲۳٫۵
جاپان	۳۴
ہندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنہ ۱۹۲۵ع)

(سال)

انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمنی	۴۷٫۴
اٹلی	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
ہندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کی شرح اموات فی ہزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمنی	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلی	۱۶۱
جاپان	۱۶۶
ہندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اہل یورپ کے علائق)

عربوں کا اہل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومی مقبوضات پر فاتحانہ اقدام کیا تھا - اسپین اور پرتگال کی فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پہنچا دیا - پھر جب دوسری، تیسری، اور چوتھی صدی ہجری میں بنو امیہ نے اپنی خلافت اندلس میں قائم کرلی، تو یورپ سے تعلقات اور بھی زیادہ ہوگیے - تیسری صدی میں جزیرۂ سسلی کی فتح اور جنوبی اٹلی میں عربی اثر نے یہ تعلقات اور زیادہ وسیع کر دیے -

اِس کے بعد صلیبی جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نہایت سخت ہوگیا - اہل یورپ مشرق کا تمدن، اخلاق، اور علوم دیکھہ کر دنگ ہوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتھہ، تمدنی، علمی، اخلاقی فوائد بھی بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبی مجاہدین نے عربی زبان کی باقاعدہ تحصیل کی - اُن کے متعدد امراء اور سپہ سالار عربی زبان اور عربی تمدن کے دل سے حامی ہوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمی اثر)

یورپ میں عربی زبان اور تمدن کی مقبولیت کا آغاز اِس سے پہلے ہوچکا تھا - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامی اسپین میں آتے تھے اور مسلمان اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے - خود پوپ سلوسٹر دوم، جو سنہ ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پہنچا، عربوں کا شاگرد تھا - اِس نے قرطبہ اور اشبیلیہ میں مسلمان علماء سے ریاضی، ہیئت، اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کی تھی - اِسی طرح شاہ لیون اور استوریا نے بھی قرطبہ میں علم طب حاصل کیا تھا -

والٹیر کا بیان ہے کہ قدیم زمانے میں تمام یورپین پادشاہ، عرب اور اُن کے شاگرد یہودی اطباء اپنے درباروں میں رکھتے تھے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسی ممالک کے بکثرت مسیحی باشندے بھی عربی زبان کی تحصیل کرتے تھے، تاکہ عربی سلطنت میں ملازمت حاصل کر سکیں یا عربی ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحی تبلیغ اور عربی زبان)

چودھویں صدی کے اوائل میں عربی زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمی پیدا ہوگئی - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رہبانیت کا ایک نیا نظام جاری کیا تاکہ ایشیا، افریقا، اسپین، اور سسلی کے غیر مسیحی باشندوں میں مسیحیت کی تبلیغ کی جائے - لیکن تجربے سے معلوم ہوگیا کہ اِس مقصد میں کامیابی نہیں

(برطانی ہندوستان میں شرح پیدائش و موت سنہ ۱۹۲۴ ع)

صوبہ	آبادی	تناسب پیدائش	مجموعی تعداد پیدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعی تعداد اموات	بخار سے	ہیضہ سے	چیچک سے	تنفس کی بیماریوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۴۰۶	۳۴٫۹	۱۴،۳۰،۸۵۸	۲۴٫۵	۱۷۹٫۰۲	۱۰،۰۶،۰۴۳	۳،۲۴،۲۵۶	۵۱،۹۷۱	۱۸،۸۱۰	۶۴،۷۸۲
بمبئی	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵٫۶	۶،۷۹،۳۲۱	۲۷٫۶۳	۱۹۰٫۳۶	۵،۲۹،۵۷۶	۲،۱۴،۵۶۳	۸،۲۳۶	۱۱،۱۵۲	۲۸،۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹٫۵	۱۳،۷۰،۱۱۴	۲۵٫۹	۱۸۳٫۹	۱۲،۰۳،۲۴۱	۹،۱۲،۴۰۳	۴۸،۵۱۴	۵،۵۶۷	۲۶،۶۴۹
یو، پی	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴٫۷۲	۱۵،۷۳،۸۱۰	۲۸٫۲۹	۱۹۱٫۶۰	۱۲،۸۳،۸۷۲	۹،۴۷،۸۰۷	۶۷،۰۰۰	۲،۷۲۴	۲۷،۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰٫۱	۸،۲۱،۶۸۵	۴۳٫۴۳	۲۱۲٫۴۹	۸،۹۱،۰۲۶	۴،۵۲،۱۸۷	۳،۳۵۱	۴،۰۴۰	۵۴،۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷٫۴۰	۲،۹۳،۵۸۵	۲۱٫۵۱	۱۹۷٫۵۲	۲،۳۳،۱۶۴	۷۵،۲۸۸	۸،۰۸۳	۲،۵۰۱	۱۱،۰۹۸
بہار اڑیسہ	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵٫۷	۱۲،۱۴،۱۴۶	۲۹٫۱	۱۵۸٫۲۰	۹،۸۹،۷۶۳	۱،۱۰،۶۳۵	۷۷،۴۸۰	۶،۹۳۲	۶،۹۰۶
سی، پی	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴٫۱۸	۳،۱۴،۶۶۸	۳۲٫۵۹	۲۳۴٫۵۰	۴،۵۳،۳۶۲	۲،۴۰،۹۴۴	۹،۷۰۴	۹۷۸	۳۷،۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۲	۳۱٫۰۴	۲،۱۲،۷۵۵	۲۷٫۳۰	۱۸۴٫۳۲	۱،۸۷،۱۲۷	۱،۱۳،۱۹۸	۱۹،۱۸۲	۱،۶۴۷	۶،۷۰۸
کل برطانی ہند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱٫۴۴	۸۳،۱۷،۴۰۳	۲۸٫۴۹	۱۸۸٫۳۳	۶۸،۷۹،۲۸۶	۴۰،۰۷،۶۶۲	۲،۹۳،۷۰۷	۵۵،۳۸۰	۳،۳۳،۶۳۶

ہو سکتي جبتک کہ مبلغ مشرقي زبانوں خصوصاً عربي میں مہارت حاصل نہ کریں - چنانچہ سنہ ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنٹس پنجم کي زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد ہوئي ' اور اُس نے فیصلہ کیا کہ فرانس ' انگلستان ' اٹلي ' اور اسپین کے علمي مرکزوں میں ' عربي ' عبراني ' اور سریاني ' زبانوں کي باضابطہ تعلیم جاري کي جائے -

(فرانس کا مدرسۂ طب)

اِس سے پہلے مونبلیہ (فرانس) میں ایک طبي مدرسہ سنہ ۱۲۲۰ع میں قائم ہوچکا تھا - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسي علماء پر تھا - عربي زبان کي باقاعدہ تعلیم ہوتي تھي تاکہ طبي و عقلي علوم کي تحصیل کامل طور پر ہو سکے - سنہ ۱۳۶۱ع میں وسطی یورپ کي پہلي یونیورسٹي کراکو (پولینڈ) میں قائم ہوئي - اِس کے چارسال بعد وائنا کي یونیورسٹي وجود میں آئي -

(اسلامي فلسفہ اور مسیحي کلیسا)

اِس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاہوں کي کثرت ہوگئي تو سامي زبانوں ' خصوصاً عربي کي تعلیم بہت عام ہوگئي - مگر اب پادریوں کي جماعت عربي سے خوف کھانے لگي تھي - ابن رشد ' ابن سینا ' رازي ' ابن زہر ' وغیرہ حکماء اسلام کي تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تھیں - اِس لیے وہ طالب علموں کو بڑي سختي سے اِن تصانیف کے درس و مطالعہ سے روکتے تھے -

(اٹلي میں عربي زبان کي مقبولیت)

لیکن پادریوں کي یہ مخالفت زیادہ کار آمد نہیں ہوئي - عربي زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقي ہي کرتا گیا - چنانچہ اُسي زمانے میں اٹلي کے بعض امراء ' عربي زبان کے اِس قدر دلدادہ ہوگئے تھے کہ اُسے اپني تحریر و تقریر کي زبان قرار دیدینا چاہتے تھے - اُن کے محلوں میں عربي زبان کے سوا کوئي دوسري زبان سني نہیں جاتي تھي - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا ہجوم رہتا تھا -

(شاہ سسلي اور شریف ادریسي)

اِن امراء میں رچرڈ دوم شاہ سسلي بہت زیادہ مشہور ہے - یہي وہ پادشاہ ہے جسے شریف ادریسي نے چاندي کا کرہ نذر کیا تھا - اِس میں زمین کے پہاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکھائي گئي تھیں - نیز اِسي کے نام پر ادریسي نے اپني مشہور کتاب " نزہۃ المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کي تھي - ادریسي نے اِس پادشاہ کي بہت تعریف لکھي ہے ' اور اُسے روم کے بادشاہ سے زیادہ عادل اور نیک بتایا ہے -

صفدي نے " الوافي بالوفیات " میں لکھا ہے کہ " پادشاہ نے ادریسي کو طلب کرکے کہا تھا - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں نہ کہ صرف کتابوں میں لکھے ہوئے حالات - چنانچہ ادریسي کے مشورہ سے بادشاہ نے عقلمند آدمي دنیا کے مختلف ممالک کے مشاہدے کے لیے بھیجے - ہر ایک کے ساتھ ایک مصور بھي کردیا تھا ' تا کہ ہر جگہ کي تصویریں اور نقشے طیار کرتے جائیں - یہ تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسي کے پاس جمع ہوتے رہے ' یہاں تک کہ بادشاہ کي آرزو پوري ہوگئي " نیز صفدي نے لکھا ہے کہ بادشاہ ' ادریسي کي ازحد تعظیم و تکریم کرتا تھا - حتي کہ اُسے اجازت دے رکھي تھي کہ وہ اپني سواري ہي پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود پادشاہ کے ساتھ تخت پر بیٹھے !

سلوسٹر دي ساسي
جس نے جدید مشرقیات کي بنیاد رکھي

(سب سے پہلا مطبوعہ قرآن)

اِسي طرح اٹلي کے دوسرے امراء و سلاطین کو بھي عربي زبان سے بہت محبت تھي - فرڈریک دوم (جو چھٹي صلیبي کا سپہ سالار تھا) عربي میں پوري طرح ماہر تھا - اِسي قدر نہیں بلکہ مطبع کي ایجاد کے بعد ہي اٹلي کے کئي علم دوست امرائي خاندانوں نے مشرقي اور عربي کتابوں کي طباعت بھي شروع کردي - بحر ادریاتک پر پہلا مطبع شہر وانو میں قائم ہوا (سنہ ۱۶۲۴) یہ مطبع خاندان منڈیسیس نے قائم کیا تھا - اِس میں قران مجید اور عربي زبان کي متعدد طبي و علمي کتابیں چھاپي گئي تھیں -

(عربي کتابوں کے ترجمے)

اٹلي کي تقریباً تمام بڑي بڑي تعلیم گاہوں میں اُس وقت عرب اساتذہ درس دیتے تھے - واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں سب سے پہلے اٹلي ہي نے عربي زبان کي قدر کي ' اور اُس سے فائدہ اُٹھایا - لاطیني زبان میں بہت سي عربي کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیرہ کے عربي ترجمے اور شرحیں ترجمہ ہوئیں - گررڈو کریمونا نامي ایک اٹالین نے ستر سے زیادہ علمي کتابیں عربي سے لاطیني میں منتقل کي تھیں - اصل عربي کتابیں اب مفقود ہیں - مگر یہ ترجمے موجود ہیں -

(پادریوں کا مدرسہ)

سنہ ۱۵۸۴ع میں پوپ گیوریگوري سیزدہم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا - اِس مدرسہ نے عربي زبان کي بہت خدمت کي - اِس کے تعلیم یافتہ لوگوں میں جبل لبنان کے تین نوجوان ' جبرائیل صیہوني ' ابراہیم حلاقاني ' سمعان سمعاني بھي تھے - اُنھوں نے بہت سي عربي کتابیں ' لاطیني میں ترجمہ کیں -

ایٹین کاترمییر
جسنے مقدمہ ابن خلدون شائع کیا

(اسپین اور پرتگال)

یہ عجیب بات ہے کہ اسپین اور پرتگال نے عربي زبان سے بہت کم دلچسپي لي - حالانکہ اسپین میں کامل آٹھ سو برس تک عربي تمدن قائم رہچکا تھا - عربي عہد میں اندلس کي سرکاري اور ملکي زبان عربي تھي - خود اسپیني امراء بھي عربي سیکھنے اور بولنے کو باعث فخر سمجھتے تھے - مگر پھر بھي اسپینیوں کو کوئي خاص شغف عربي سے نہیں ہوا - مسیحي اسپین میں پہلا عربي مدرسہ ظلیطلہ میں قائم ہوا - یہ گیارھویں صدي مسیحي کے

دوزي
جسنے قاموس کا تتمه مرتب کیا

اوائل کا واقعه هے - پھر سنه ١٢٥٤ ع میں اشبیلیه میں ایک عربي لاطیني تعلیم گاه بھي جاري هوگئي ' مگر کوئي خاص ترقي نه هو سکي -

(عربي کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرهویں صدي یا چودهویں صدي سے یوروپین قوموں نے عربي کتابیں مشرقي ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لوئیس نهم شاه فرانس نے سب سے پہلے عربي کتب خانے قائم کرنے کي رسم جاري کي - یه خیال اُسے اِس طرح پیدا هوا که صلیبي جنگوں کے زمانے میں بعض یوروپین نے دیکھا تھا که مسلمان بادشاهوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے هیں ' جن میں بیٹھکر وه به اوقات فرصت کتابوں کا مطالعه کیا کرتے هیں - لوئیس نهم نے یه سنا تو اُس نے خود بھي اپنے لیے ایک کتب خانه قائم کیا - یه واقعه تیرهویں صدي کا هے - اِس کے بعد لوئیس چہاردهم نے ایک آسٹرین عالم کو مشرقي ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا که اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِس طرح انیسویں صدي کے وسط هي میں یورپ میں عربي کتابوں کا ایک بهت بڑا ذخیره جمع هوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھه پچاس هزار قلمي کتابیں کتب خانوں میں داخل هوگئي تھیں -

(یورپ میں عربي کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربي کے بڑے بڑے کتب خانے بهت سے شهروں میں موجود هیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے هیں :

لینن گراڈ ' برلن ' پیرس ' لندن ' لیزیک ' مونیخ ' وائنا ' لیڈن ' آکسفورڈ ' ایڈنبرا ' ڈبلن ' کیمبرج ' نیویارک ' شیکاگو ' کلیفورنیا وغیره -

هر کتب خانے میں مرتب و منضبط فهرستیں موجود هیں - هر کتاب پر مفصل تقریظ لکھي گئي هے - بعض فهرستیں عام هیں اور اُن سے ایک نظر میں معلوم هو جاتا هے که کون کون کتاب کس کس کتب خانے میں موجود هے ؟ یه کتب خانے برابر ترقي کر رهے هیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولي جد و جهد اور صرف کثیر سے جمع کي جاتي هیں -

(عربي کي باقاعده تدریس)

یورپ کو دیني تعصبات سے جب نجات ملي اور اُس کي جگه ملک گیري کي هوس نے لیلي ' تو عربوں اور دوسري مشرقي قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کي عام طور پر ضرورت محسوس هونے لگي - چنانچه اٹھارهویں صدي کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کي صورت اختیار کرلي ' اور اُسکي باضابطه تعلیم و تدریس هونے لگي -

هرتوینک ڈیرنبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربي ادب و تاریخ کي شائع کیں

سب سے پہلے سنه ١٧٥٣ ع میں آسٹریا نے مشرقي زبانوں کا ایک مدرسه قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دي جاتي تھي - سنه ١٧٩٥ع میں فرانس نے اِسي مقصد سے ایک تعلیم گاه جاري کي - سنه ١٨٨٧ع میں جرمني نے اِس کي تقلید کي - اس کے بعد روس ' انگلستان ' اور اٹلي نے بھي ادھر توجه کي - لیکن یه واقعه هے که سترهویں صدي سے یورپ کي هر یونیورسٹي میں ' خصوصاً انگلستان ' جرمني ' اور هالینڈ کي درس گاهوں میں عربي زبان داخل نصاب هوچکي تھي -

(ائمهٔ مستشرقین)

یورپ کو مشرقي زبانوں سے جو شغف رها هے ' اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود هے ' جنهوں نے اپني پوري زندگي اِن علوم کے لیے وقف کردي هے - بهت سے مستشرق متعدد مشرقي زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن لوڈلف مشرق و مغرب کي ٢٥ زبانوں کا عالم تھا - سلوستر دي ساسي فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماهر تھا - یهي حال سوئٹزر لینڈ کے واں برسمي اور جرمن مدوق هومل کا تھا - ڈچ عالم ڈوزي سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازي کرتا تھا ' گویا اُس کي مادري زبانیں هیں - یهي حال هنگرین پروفیسر ویمبري کا تھا - وه هنگرین ' ترکي ' عبراني ' اور لاطیني زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربي کے مدارس قائم کرنے هي پر اکتفا نهیں کیا ' بلکه مشرقي زبانوں کي بحث و تدقیق کے لیے علمي انجمنیں بھي قائم کیں - سب سے پہلے سنه ١٧٧٨ع میں هالینڈ نے بٹاویا (جاوه) میں اِس قسم کي انجمن قائم کي تھي - پھر سنه ١٧٨٤ع میں ایشیاٹک سوسائٹي کلکته میں قائم هوئي - سنه ١٨٠٥ میں ایک ایسي هي انجمن بمبئي میں بنائي گئي - پیرس کي انجمن سب سے زیاده اهم هے - یه سنه ١٨٢٢ ع میں قائم هوئي - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشهور ترین مستشرق اور عربي زبان کا فاضل ' سلوستر دي ساسي تھا - اسی سے جرمن ' ڈچ ' سویڈش ' اور اٹالین مستشرقین نے استفاده کیا - در حقیقت انیسویں صدي میں عربي زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یهي شخص تھا - اس نے عربي کي تحصیل علماء یورپ کے لیے نهایت آسان کردي -

جي - براؤن
مشهور انگریز مستشرق

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

(۳)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تعمیر ' جیسا که بیان هوا ' ظالم اور مظلوم جماعتوں کي باهمي دشمني کي بنیادوں پر هوئي تھي - لیکن کسي جماعت پر ظلم جاري رکھنے کیلیے کم سے کم یه ضروري هے که اُسے اُن حالات کي ضمانت دیدي جائے ' جو اُسکا غلامانه وجود برقرار رکھه سکیں - قدیم سوسائٹي میں یه بات حاصل تھي ' چنانچه لگاني اسامیوں نے جاگیر داري کے عهد هي میں نیابي مجالس کي ممبري کا حق حاصل کر لیا تھا - لیکن موجوده سرمایه دار عهد میں مزدوروں کا معامله اس سے بالکل مختلف هے - وه صنعت کي ترقي کے ساتھه ساتھه بڑھنے اور اونچا هونے کي جگه اپنے معاشرتي حالات کے بھنور میں اور بھي زیاده غرق هوتے چلے جاتے هیں - حتی کہ نان شبینه تک کو محتاج هوگئے هیں - انکي محتاجي کهیں ختم نهیں هوتي ' بلکه آبادي اور دولت کي ترقي سے بھي زیاده تیزي کے ساتھه بڑھ رهي هے !

پس یه بات صاف هے که اب سرمایه دار نه تو سوسائٹي کے اندر اپني حکمراں حیثیت برقرار رکھنے کي اهلیت رکھتے هیں ' اور نه اپنے جماعتي معاشرتي نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے هیں - اب وه حکومت کرنے کے قابل هي نه رهے :- وه اپنے غلاموں کو انکے غلامانه وجود کي بھي ضمانت نهیں دے سکتے اب سوسائٹي هرگز سرمایه دار طبقه کے ماتحت نهیں رہ سکتي - کیونکه اسکا وجود سوسائٹي کیلیے مفید نهیں رها -

سرمایه دار طبقه اور سرمایه دار حکومت کي بنیاد اُجرتي محنت پر هے ' اور اُجرتي محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باهمي مقابله پر هے - صنعت کي ترقي ' جسکا خود ساخته اور نا قابل مقابله ایجنٹ سرمایه دار هے ' مزدوروں کي باهمي پھوٹ کو ایک انقلابي اتحاد سے بدل رهي هے ' اور وه انجمنوں کي صورت میں ظهور پذیر هو رها هے -

لهذا موجوده صنعت کي ترقي کے ساتھه ساتھه سرمایه دار طبقه کي وه بنیاد بھي کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رهي هے جسپر اسکي پیداوار اور تصرف کا نظام قائم هے - وه اسکي پیداوار هي هے جو اب سب سے زیاده اسکي دشمني پر تل گئي هے اور اسکي لاش کیلیے قبر کھود رهي هے - سرمایه داروں کا زوال اور مزدوروں کي فتح دو برابر درجه کي اٹل چیزیں هوگئي هیں -

(٤)

جب جب معاشرتي حالات میں کوئي تاریخي تبدیلي هوئي هے ' تو تمام املاکي رشتوں میں بھي مسلسل تاریخي تبدیلیاں رونما هوئي هیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایه دارانه ملکیت کي حمایت میں جاگیر دارانه ملکیت منسوخ کردي تھي -

کمیونزم کی امتیازي خصوصیت عام ملکیت کي منسوخي نهیں هے ' بلکه صرف سرمایه دارانه ملکیت کي منسوخي هے - موجوده سرمایه دارانه ملکیت ایک انتهائي اور کامل ظهور هے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا ' جو سراسر جماعتي نزاع اور باهمي تخریب پر مبني هے -

کمیونسٹ اپنے نظریه کو صرف ' ایک جمله میں بیان کر سکتے هیں - " سرمایه دارانه نہج کي ملکیت کي منسوخي "

هم کمیونسٹوں کو ملامت کي جاتي هے که هم شخصي ملکیت منسوخ کر دیني چاهتے هیں جو محنت سے حاصل کي گئي هے ' اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا هے که شخصي آزادي ' جماعتي جد جهد ' اور قومي خود مختاري کي بنیاد هے -

" بڑي دشواري سے حاصل کي هوئي ' خود کمائي هوئي ' خود جمع کي هوئي ملکیت ! " کیا اِس قول سے تمهارا مقصود چھوٹے چھوٹے سوداگروں اور کسانوں کي ملکیت هے جو سرمایه دارانه ملکیت کا هیولی پیش کرتي هے ؟ همیں اسکے منسوخ کرنے کي کوئي ضرورت نهیں - صنعت کي ترقي نے خود هي اُسے منسوخ کردیا هے اور برابر کر رهي هے -

یا تمهارا مقصود موجوده سرمایه دارانه ملکیت هے ؟

کیا اجرتي محنت ' یعني مزدور کي محنت خود مزدور کیلیے کوئي ملکیت پیدا کرتي هے ؟ هرگز نهیں - وه تو صرف " سرمایه " پیدا کرتي هے - یعني " ملکیت " پیدا کرتي هے جو اجرتي محنت سے فائده اٹھاتي هے ' اور صرف اسي حالت میں بڑھ سکتي هے جبکه اجرتي محنت کي نئي نکاس برابر هوتي رهے - ملکیت اپني موجوده شکل میں سرمایه اور اجرتي محنت کي باهمي نزاع پر قائم هے - آؤ هم اِس نزاع کے دونوں پهلوؤں کي جانچ کرلیں !

سرمایه داري في نفسه کوئي شخصي پیداوار نهیں هے ' بلکه سرتاسر اجتماعي حیثیت رکھتي هے - کیونکه سوسائٹي کے بے شمار ارکان کے متحده عمل سے وجود میں آتي هے -

اسي طرح سرمایه بھي شخصي نهیں هے ' بلکه ایک اجتماعي طاقت کا نام هے -

لهذا جب سرمایه ' عام ملکیت کي صورت میں بدل دیا جاتا هے ' یعني سوسائٹي کے تمام ارکان کي ملک بنا دیا جاتا هے ' تو یه کهنا صحیح نهیں که شخصي ملکیت عام ملکیت بنا دي گئي - کیونکه یهاں شخصي ملکیت کا وجود هي نهیں تھا - البته جو چیز بدلي جاتي هے ' وه ملکیت کي صرف معاشرتي حیثیت هے - یعني ملکیت سوسائٹي میں اپني انفرادي طاقت کھو دیتي هے -

اب هم اجرتي محنت کا مسئله لیتے هیں :

اجرتي محنت کي اوسط شرح کم سے کم هے - یعني مزدور کو اتني رقم ملتي هے ' جس سے وه بمشکل اپني زندگي قائم رکھه سکتا هے - پس اس طرح مزدور اپني محنت سے جتني اجرت حاصل کرتا هے ' وه اتني کم هوتي هے ' جس سے اسکي نهایت ساده زندگي کي ضمانت هو سکتي هے - هم کسي طرح بھي محنت کي پیداوار کا یه شخصي استعمال منسوخ کرنا نهیں چاهتے - ایسا استعمال جو انساني زندگي کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر هے - البته هم اِس استعمال کي وه افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دیني چاهتے هیں جسکي وجه سے مزدور صرف سرمایه بڑھانے کیلیے زنده رهتے هیں ' اور صرف اتنے عرصه تک زنده رهتے هیں ' جبتک حکمران طبقه کے مفاد کو انکي ضرورت رهتي هے -

سرمایه دارانه سوسائٹي میں همیشه ماضي ' حال پر حکومت کرتا هے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹي میں حال ' ماضي پر حکمراں هوتا هے - سرمایه دارانه سوسائٹي میں سرمایه ' آزاد اور مستقل

شخصیت رکھتا ہے - لیکن زندہ انسان محکوم ہوتے ہیں اور اپنی شخصیت سے محروم رہتے ہیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کی منسوخی کو انفرادی شخصیت اور آزادی کی منسوخی بتاتے ہیں ' بلاشبہ اِس سے انکی مراد سرمایہ دارانہ شخصیت ' سرمایہ دارانہ خود مختاری " اور سرمایہ دارانہ آزادی کی منسوخی ہے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادی کے معنی " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ہیں -

لیکن اگر خود تجارت ہی مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقی رہتی ہے ؟ ہمارے سرمایہ دار جس طرح دوسری آزادیوں کے متعلق بے معنی ڈینگ مارا کرتے ہیں ' اسی طرح آزاد تجارت کے متعلق بھی انکی ڈینگ بالکل بے معنی ہے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھہ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھہ اُسکا موازانہ کیا جاتا ہے ' تو اسکے کچھہ معنی ہوتے ہیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے ' تو وہ ایک بالکل بے معنی چیز رہ جاتی ہے -

تم خوف زدہ ہو رہے ہو کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو ' تمہاری موجودہ سوسائٹی میں ۹/۱۰ حصہ آبادی کی ملکیت پہلے ہی سے منسوخ ہو چکی ہے ' اور اب سوسائٹی کی بقاء کے لیے ناگزیر ہے کہ یہ باقی ایک حصہ کی ملکیت بھی جلد سے جلد ختم ہو جائے - تم ہمیں ملکیت کے اُس طرز کی منسوخی پر ملامت کرتے ہو ' جس کے وجود کی اولین شرط ہی یہ ہے کہ سوسائٹی کی بہت بڑی اکثریت بلا کسی ملکیت کے باقی رہے ؟

سچ یہ ہے کہ تم ہمیں اس لیے ملامت کر رہے ہو کہ ہم تمہاری سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کر دینی چاہتے ہیں - بے شک ہمارا یہی ارادہ ہے !

جس لمحہ سے محنت کی تبدیلی ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کی صورت میں نہ ہو سکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسی اجتماعی طاقت کی صورت میں بدلی نہ جا سکے جو اجارہ داری کے لائق ہو ' جس لمحہ سے شخصی ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا نا ممکن ہو جائے ؛ اُسی لمحہ سے تمہیں واویلا کرنے کا حق ہے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا چاہتے ہیں - لیکن اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر تم گویا اعتراف کرتے ہو کہ " فرد " سے تمہاری مراد صرف " سرمایہ دار " ہے - یعنی صاحب جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاہئے !

کمیونزم کسی کو بھی اس کی اجتماعی پیداوار میں تصرف کی طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دینا چاہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کی محنت پر قابو حاصل کرتے ہیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شخصی ملکیت کی منسوخی کے ساتھہ ہی ہر قسم کی جد و جہد بھی موقوف ہو جائیگی ' اور سوسائٹی پر ایک عام اُداسی اور کاہلی چھا جائیگی -

لیکن اگر حقیقت حال ایسی ہوتی تو سرمایہ دار سوسائٹی سستی کی وجہ سے ابتک کب کی برباد ہو چکی ہوتی - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ہیں ' وہ کچھہ بھی نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ' وہ کچھہ بھی محنت نہیں کرتے -

در اصل تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ہے کہ جب سرمایہ باقی نہ رہے گا تو اجرتی محنت بھی موقوف ہو جائیگی ' اور اس طرح سرمایہ داری کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ہیں ' وہی اس کی دماغی پیداوار اور اس کے استعمال پر بھی کیے گئے ہیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کی ملکیت کا معدوم ہو جانا ' خود پیداوار کی معدومی ہے ' اُسی طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کی بربادی پوری تہذیب کی بربادی ہے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھہ ماتم کر رہے ہیں ' کیا ہے ؟ وہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ہے ' جو بے جان مشین کی طرح محنت کرنے کی طرف لیے جاتا ہے !

تمہیں اُس وقت تک ہم سے بحث کرنے کا حق نہیں ہے جبتک تم اپنی سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کی بنا پر اعتراض کرتے ہو - کیونکہ تمہارے یہ اصول بھی محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ہی کے اندے بچے ہیں - عدل کیا ہے ؟ صرف تمہاری جماعت کی خواہش کا نام ہے جسے قانون بنا دیا گیا ہے ' اور جسے تمہاری جماعتی زندگی کے مادی حالات نے گڑھلیا ہے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کی طرح تم بھی اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ہوے ہو کہ اپنے معاشرتی اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کی صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئی نکتہ چینی سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھہ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ہو ' اس کے تسلیم کرنے کی جرأت سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کی منسوخی ! " زیادہ سے زیادہ جمہوریت پسند بھی کمیونسٹوں کی اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ہو جاتے ہیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعنی سرمایہ دارانہ خاندان کی بنیاد کس چیز پر ہے ؟ سرمایہ پر اور شخصی ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپنی پوری ترقی یافتہ شکل میں بھی خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ہی کے لیے ہے ؟ اور کیا یہ بھی صحیح نہیں کہ اپنی ترقی و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کی خاندانی زندگی کی عام بربادی کی ضرورت ہے ؟

تم ہمیں ملامت کرتے ہو کہ ہم اولاد کا خود غرضانہ استعمال روکنا چاہتے ہیں - ہم اِس جرم کا اقبال کرتے ہیں !

تم کہتے ہو کہ ہم خانگی تعلیم کی جگہ معاشرتی تعلیم عام کرکے نہایت ہی پاک خاندانی رشتے بھی برباد کر ڈالنا چاہتے ہیں - لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بری ہو ؟ کیا تمہاری تعلیم کو بھی تمہاری سوسائٹی نے مقید نہیں کر رکھا ہے ؟ کیا موجودہ تعلیمی نظام میں سوسائٹی بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رہی ہے ؟ کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں میں تعلیم مقید نہیں ہو چکی ہے ؟ تعلیم میں سوسائٹی کی مداخلت کچھہ کمیونسٹوں ہی کی ایجاد نہیں ہے - وہ تو پہلے سے ہی موجود ہے - کمیونسٹ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اِس مداخلت کی نوعیت بدل دیں ' اور تعلیم کو حکمران طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

برید فرنگ

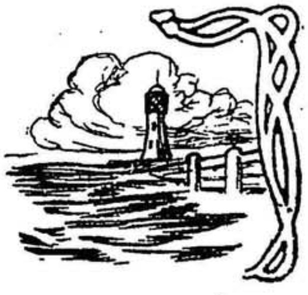

یورپ میں ایک مشرقي درویش

علماء و اطباء کي حیراني

طاهر بے جو زمین میں زندہ مدفون هوجاتا هے !

قارئین الهلال کو یاد هوگا کہ گزشتہ سال ریوٹر ایجنسي نے پیرس سے یہ خبر شائع کي تھي کہ " طاهر بے نامي ایک مشرقي درویش کے اعمال نے تمام پیرس میں دلچسپي پیدا کردي هے - بڑے بڑے ڈاکٹروں کي ایک جماعت نے اس کے اعمال کا مطالعہ کیا هے ' اور ان کے بے لاگ هونے کي شہادت دي هے "

آج کل یہ شخص انگلستان میں هے - گریفک کے مقالہ نگار نے ایک مبسوط مقالہ لکھ کر اس کي شخصیت سے دنیا کا تعارف کرایا هے اور اس کے مختلف اعمال و غرائب کي تصویریں بھي شائع کي هیں - مقالہ نگار لکھتا هے :

" پیرس میں گزشتہ دو سال سے وقتاً فوقتاً ایک پر اسرار شخصیت دیکھنے میں آئي هے - یہ میانہ قد آدمي جسکے بدن کا رنگ زیتون کا سا اور ڈاڑھي سیاہ هے ' پوري مغربي نفاست کے ساتھہ ملبوس رهتا هے - اس کے مطمئن چہرے سے ظاهر هوتا هے کہ اس جوان نے بہت دنوں سے اپنے دل کي مشغلي کا راز جان لیا هے یہ پر اسرار شخص مشہور درویش طاهر بے هے " جس نے گذشتہ ڈھائي سال سے یورپ کو اپنے کمالات سے حیرت میں ڈال دیا هے -

طاهر بے

یہ سنہ ۱۸۹۷ع میں طنجہ میں پیدا هوا - اسکي پیدائش کے وقت هي اسکي ماں کا انتقال هوگیا تھا - اسلیے تعلیم و تربیت کے لئے قدیم دستور کے مطابق فقراء کے گروہ میں رکھدیا گیا ' اور اس طرح ابتدا هي سے فقیري کي آب و هوا میں نشو و نما پائي - سنہ ۱۹۰۵ - میں قسطنطنیہ آیا اور ترکي لڑکوں کي طرح معمولي تعلیم حاصل کي - اسکے بعد اس نے علم طب پڑھکر طبیب کي سند حاصل کرلي -

اسکي زندگي خاموش مطالعہ اور غور و فکر میں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے آبا و اجداد کا پر اسرار علم حاصل نہیں کر لیا ' لوگوں کو اس کے کمالات کي کوئي خبر نہیں هوئي - سنہ ۱۹۱۹ع میں اس نے ایک جمعیت قائم کي جسکا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے تمام ڈاکٹروں اور فلسفیوں کے سامنے روحانیت کے مسائل اور تجارب پیش کرے -

یورپ ' جنوبي امریکہ ' اور انگلینڈ کے بڑے بڑے شہروں میں طاهر بے نے صرف ڈاکٹروں هي کو نہیں بلکہ عامۃ الناس کو بھي عجیب عجیب اعمال دکھلائے هیں جنکي کوئي علمي توجیہ ابتک نہیں کي جا سکي -

پہلے پہل جولائي سنہ ۱۹۲۵ع میں یہ پیرس میں وارد هوا - وہ چند ماہ اٹلي میں بھي گزار چکا تھا - روم ' نیپلس ' پیلرمو ' فلورنس ' اور بولونا میں اس نے اپنے تجربے علم کے بڑے بڑے ماهرین کو دکھلائے تھے - کئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس کے کار ناموں سے لبریز رهے - روم میں ارکان حکومت اور سفارتي عماء کے سامنے اس نے اپنے فن کے مظاهرے کیے - خود مسولیني نے بھي چند بار چیگي محل میں اس کا استقبال کیا تھا - شاہ وکٹر ایمینوئل نے بھي اپنے حضور میں بلایا - شاہ جارج پنجم نے بھي جو اُن دنوں پیلرمو میں مقیم تھے ' اس کے اعمال دیکھنے کي خواهش ظاهر کي -

پیرس میں پہلے علماء نے ایک خاص جلسہ میں اسکے کمالات کا مشاهدہ کیا تھا جہاں پیرس کے مشہور اخبارات کے نمایندے بھي بلائے گئے تھے - یہ واقعہ هے کہ فرانسیسي علماء اس کے اعمال دیکھکر حیرت زدہ هوگئے اور متفقہ طور پر یہ رائے قائم کي کہ " اسکے اعمال شعبدہ بازي سے پاک هیں " لندن کے ایک بڑے تھیٹر میں بھي جہاں کي ایک کرسي بھي خالي نہیں رهي تھي ' اسکے کمالات دیکھے گئے - چونکہ تقریباً تیس آدمي بیہوش هوگئے تھے ' اسلیے اسکا عام مظاهرہ بند کردیا گیا !

خود طاهر بے کا بیان یہ هے کہ " میرے کام میں کوئي شعبدہ نہیں هے - میں اپنے اسرار ظاهر کر دینے کے لیے راضي هوں ' مگر میرا دعوی هے کہ سوائے خاص خاص فقراء کے اور کوئي شخص یہ کمالات حاصل نہیں کر سکتا "

وہ کہتا هے " فقیروں کي روحاني قوت بہت مضبوط هوا کرتي هے - اُنکي تعلیم تین مہینے کي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

اُسکا دعویٰ ہے کہ اُنہیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نہیں ہوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کی سی حالت طاری کر دے سکتے ہیں - سانس روک لیتے ہیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے ہیں - اپنی زندگی اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے ہیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے ہیں "

" زندگی کا ابدی معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کی عمیق غار میں اترتے ہیں - جس طرح غواص سمندر کی تہ تک پہنچ جاتا ہے - ان کی جسمانی موت ' غفلت اور نسیان کی نیند کو ایک ایسی حد تک پہونچا دیتی ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کی تفریق شروع ہوجاتی ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ ہونا چاہتی ہے "

طاہر بے اپنے ابتدائی اعمال کی نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کی خواہش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ ہوتا ہے - اُس پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے - اُس کے کان ' ناک ' اور منہ روئی سے بند کردیے جاتے ہیں - اُس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اُسے بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے - جب وقت پورا ہوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاہر بے کا سکتہ ختم ہوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا ہو جاتا ہے - طاہر بے کے بیان کے مطابق رنگ کی یہ تبدیلی اس لیے واقع ہوتی ہے کہ جتنی دیر تک وہ تابوت کے اندر رہتا ہے ' دوران خون بند ہوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کی حالت طاری نہ کروں تو ہوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھی مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کی سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کی تھی - کیونکہ زندگی کی قدر و منزلت جو دینی طور پر ضروری سمجھی گئی تھی ' کسی انسان کیلیے سزائے موت جائز نہیں رکھتی تھی - مجرم صرف عارضی طور پر دفن کر کے پھر باہر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسی سزا متواتر دی جائے اور مجموعی سزا کا وقفہ ایک سال ہوجائے ' تو مجرم کی عمر طبیعی دو سال گھٹ جاتی تھی ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کی حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کی قوت کم ہوجاتی تھی -

لیکن انہیں ساحروں کا یہ مقولہ بھی ہے کہ اگر یہ ذرا ذرا سی چھوٹی خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید ہوتی ہے -

ایک مزید انکشاف طاہر بے کے تجربوں کیلیے باقی ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹی کے اندر مدفون ہوجاتا ہے تو دماغ کی نشو و نما تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وہاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رہیگا جنکا مجموعی وقفہ تین سال تک کا ہوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آہستہ آہستہ متغیر ہو جائیگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقی کر جائے گا !

طاہر کی عمر تیس سال کی ہے مگر علمی تجربوں کیلیے وہ اپنی زندگی کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقی نہیں رہیگا - جوانی گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسمانی سکون و جمود کی حالت برداشت نہیں کر سکتا -

طاہر بے کے اعمال موجودہ انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں - وہ ایک ایسی راہ کا سالک ہے جسکا مغربی دماغ ادراک نہیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوہے کی سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باہر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزی سے خون کی دھار بہنے لگتی ہے - اور جب تماشائی یقین کر چکتے ہیں کہ واقعی خون ہی ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپنی نبض کی رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوہے کی نوکدار کیلیں جڑی ہوئی ہوتی ہیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوہے کے بھاری ہتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپنی اصلی حالت میں واپس آ جاتا ہے !

طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رہا ہے

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا کوئی نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمی عمل سے مسحور کردیے جاتے ہیں ' اور انہیں وہی نظر آتا ہے جو عامل چاہتا ہے !

گذشتہ سال لندن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاہر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تاکہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اُسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انہیں غش آگیا - وہ بہ مشکل اس لایق ہوئے کہ واپس آ کر اُسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھہ سکیں - انہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتی علوم سے واقف ہوتے ' اور انہیں معلوم ہوتا کہ حبس نفس کی مشق علم وظائف اعضا (فزیالوجی) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتی ہے ' تو وہ طاہر بے کے ان اعمال پر متعجب نہ ہوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوہاب شعرانی نے قاہرہ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکی صحیح تعلیل نہ کر سکے -

باب التفسير

حجة ابراهيمى

آيۂ كريمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا اسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الكلام)

الهلال نمبر (۱۵) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب كا جو استفسار آيۂ مندرجۂ عنوان كي نسبت شائع هوا تها ' اس كا جواب حسب ذيل هے :

(۱) قرآن حكيم كے مطالعۂ و تدبر ميں آپ كو جو مشكلات پيش آ رهي هيں ' وه اس وقت پيش آتي رهينگي ' جب تك كه اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نهيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب كا نهيں هے - مختصراً يوں سمجهيے كه صدر اول كے بعد سے قرآن حكيم كے فهم و تدبر كي راهيں دو هوگئي هيں - ايك " قرآني " هے - دوسري " غير قرآني " قرآن كے فهم و تدبر كے ليے غير قرآني طريقه كيونكر هو سكتا هے ؟ ممكن هے اس پر آپ كو تعجب هو - اس ميں شك نهيں يه معامله فكر انساني كے عجائب تصرفات ميں سے هے - مگر ايسے تصرفات اس كثرت سے هوچكے هيں كه انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي هميں متعجب نهيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن كے مطالعۂ و فهم كا وه طريقه هے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر كے اثرات كو اس ميں دخل نه تها - عربي لغة كے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال كے بے تكلف اور ساده محاورات ' صدر اول كا بے لاگ ذوق و فهم ' اور انبياء كرام كا فطري اور غير صناعي اسلوب بيان ' اس طريقه كي خصوصيات تهيں - سلف امت كا طريق تفسير يهي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وه تمام طريقے هيں جو قرآن سے سے نهيں بلكه مفسرين قرآن كے ذوق و فكر سے پيدا هوے - يه علوم وضعيه كي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن كے اقتباس ' اور عجمي اقوام كے اختلاط كا قدرتي نتيجه تها - مفسرين كے هر گروه نے قرآن كے مطالب اسي شكل و نوعيت ميں ديكهے ' جيسي شكل و نوعيت كي فكري حالت ان كے اندر پيدا هو گئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي كه قرآن كے الفاظ ' تراكيب ' اسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حكم ' سب نے ايك دوسري هي طرح كي نوعيت پيدا كر لي - قرآن كي تعليم و بيان كي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية كي سادگي پر تهي - علوم و فنون كي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية كے تعمق اور كاوش پر هے - نتيجه يه نكلا كه جوں جوں وضعية كا انهماك بڑهتا گيا ' فطرية كے فهم و ذوق كي استعداد كم هوتي گئي - يهانتك كه وه زمانه آ گيا ' جب لوگوں كے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث كے عادي هو گئے ' كه كسي اهم اور عظيم بات كو اس كي ساده اور سهل صورت ميں ديكهه هي نهيں سكتے تهے - ذهن كي كاوش پسندي جو علوم وضعيه كے اشتغال كا لازمي نتيجه هے ' آسان اور سهل مطالب كي طرف متوجه هي نهيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي كو پيش نهيں آئي ' بلكه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي كو پيش آچكي هے ' اور منجمله ان اسباب كے هے جو هميشه كتب و اديان كي تحريف كا باعث هوتے رهے هيں - يهي وجه هے كه داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير كيا ' اور فرمايا كه هلاكت كي راهوں ميں سے ايك راه يه بهي هے - جيسا كه متعدد موقوفات ميں وارد هے - يه موقعه تشريح كا نهيں - اگر آپ دقت نظر سے كام لينگے تو ان چند جملوں كے اندر اصول تفسير كي ايك اصل عظيم آپ كے سامنے آ جائيگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلكه علم و نظر كے بے شمار گوشوں ميں آپكي رهنمائي كر سكتي هے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر كاوش پسند هوتا گيا هے ' اتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا هے -

بهر حال يه دوسرا " غير قراني " طريقه ان تمام طريقوں پر مشتمل هے جو صدر اول كے بعد پيدا هوے - متكلمين مفسرين كا طريق تفسير كم و بيش يهي هے - كوئي اس طريقه ميں ايك خاص حد تك گيا هے ' كوئي بهت زياده دور تك - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راه كے شهسوار هيں - ان كے بعد اكثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته انهي كا نقش قدم اختيار كر ليا - قاضي ابن رشد كي كشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس كي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متكلمين سے پہلے لكهي گئي هيں - ان كے مطالعه سے هم معلوم كر لے سكتے هيں كه متكلمين اشاعره ' فلاسفۂ اسلام اور معتزله سے كتنا هي انكار كرتے هوں ' ليكن وه خود بهي اسي طريقه كي پيداوار تهے - بهتر قسم كي نهيں - ناقص اور كمزور قسم كي پيداوار -

ايك سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه كي مقبوليت كا باعث هوئي ' متاخرين كا يه خيال تها كه وقت كي علمي ضرورتوں كيليے سلف كا طريقه سود مند نهيں هے - يه بات ضرب المثل كي طرح ان كي زبانوں پر جاري هو گئي تهي كه " سلف كا طريقه ايمان كيليے بهتر هے مگر استدلال كيليے مفيد نهيں " حالانكه اگر ايمان كو جهل سے نهيں بلكه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين كے ليے سود مند هوگا ' وه استدلال و برهان كيليے كيوں غير مفيد هو ؟ جهانتك نام نهاد علمي ضروريات كا تعلق هے ' واقعه يه هے كه متاخرين كے طريقه سے بڑهكر كمزور اور نا مراد طريقه كوئي نهيں هو سكتا - وه " استدلال " كو فنون وضعيه كے " منطقي استدلال " سے باهر نهيں ديكهه سكے ' اور وجدان و طبيعت كي حقيقي شهادتوں سے آنكهيں بند كر ليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لكها هے كه " امام رازي رحمة الله عليه كا طريقه موجوده زمانے ميں سود مند نهيں " ليكن ميں كهتا هوں اس تقيد كي كيا ضرورت هے ؟ يه طريقه تو كسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - كيا يه طريقه اس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لكهي هے ؟ اس كا حال خود انهي

سے پوچھہ لینا چاہیے - اُن سے بہتر اُن کی نا رسائیوں کیلیے کوئی شاہد نہیں ہو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائی اور درمیانی عہد کی کوہ کندنیوں میں سے ہیں - آخری عہد کی مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں ہے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیہ و المناہج الفلسفیہ ' فما رأیتہا تشفی غلیلاً ' و لا تروی غلیلاً ' و رأیت اقرب الطرق ' طریقۃ القرآن - اقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ' و أقرأ فی النفی : لیس کمثلہ شیء - و من جرب مثل تجربتی ' عرف مثل معرفتی "

یعنی میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں پر غور کیا ' لیکن معلوم ہوا کہ مشکلات راہ کیلیے کچھہ سودمند نہیں ہیں - سب سے بہتر طریقہ قرآن ہی کا طریقہ ہے !

فن المحبت ما ادق بیانہ
متحیر فیہ امام الرازی !

اِمام صاحب کا یہ اعتراف بعینہ وہی اعتراف ہے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کی زبانوں پر بھی طاری ہوچکا ہے - یہ مذہبی مباحث کی راہ سے اِس کوچہ میں آئے تھے ' اسلیے الاہییات کی اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رہے ہیں - لیکن لامارک ' ہیگل ' اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کی جستجو میں نکلے تھے ' اسلیے وہ اِن مصطلحات کی جگہ دوسری طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں ' لیکن اعتراف عجز کی ایک ہی طرح کی روح دونوں کے اندر بول رہی ہے - لامارک کے اس قول میں کہ " ہمارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں ہے کہ جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں کہ " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں ہم اِسکے سوا کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کچھہ نہیں جانتے " اور اِمام رازی کے اس اعتراف میں کیا فرق ہے کہ :

نہایـــۃ اِقدام العقـــول عقال
و اکثر سعی العالمیـــن ضـــلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی اُن جمعنا فیہ قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کی تفسیر خالص قرآنی طریقہ پر نہیں کی جائیگی ' مشکلات راہ حل نہیں ہوسکتیں -

(۲) ایک اہم اور بنیادی کام اِس باب میں یہ ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ ' تراکیب ' اور اُسلوب بیان کو تمام وضعی ' اور خارجی عوارض سے پاک کر کے اُنکی اصلی صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہی یہ اصلیت نمایاں ہوگئی ' تمام اشکال خود بخود دور ہو جائینگے -

قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا - اُسکے الفاظ عربی زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنہی معانی کیلیے استعمال کیے گیے تھے ' جن معانی کیلیے عربی لغت میں مستعمل تھے - قران نے خود جابجا اپنے عربی زبان میں ہونے ' نہایت کھلے اور دلنشین ہونے ' اور مطالب کے سہل اور زود فہم ہونے کا ذکر کیا ہے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا کہ " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ المتقین " ہم نے قرآن تمہاری زبان میں سہل کردیا تا کہ متقی طبیعتوں کیلیے اس میں ہدایت کی بشارت ہو - ظاہر ہے کہ قرآن کا یہ عظیم اور ابتدائی وصف باقی نہیں رہتا ' اگر ایک لمحہ کیلیے بھی یہ فرض کر لیا جاے کہ اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معانی کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم بھی رکھتے تھے جو عرب جاہلیت کی لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکہ مسلمانوں کا ذوق خارجی اثرات سے متاثر نہیں ہوا تھا ' اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوی معانی میں قائم رہے - بلاشبہ اُس عہد میں بھی ہر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تھا ' الفاظ قرآنی کے مجازات سے واقف تھا - لیکن یہ زبان اور بول چال کے ویسے ہی صاف اور سادہ مجازات تھے ' جو دنیا کی ہر زبان میں ہوتے ہیں ' اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبھی کسی اہل زبان کو کسی فلسفیانہ فن بلاغت و بیان کی ضرورت نہیں ہوتی - حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ابن کعب جب " بل یداہ مبسوطان " اور " الیہ یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ' تو بغیر اسکے کہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں سے آشنا ہوں اور ید و علو کے نفی و اثبات کی بحثوں میں اُلجھیں ' اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھہ لیتے تھے جو ہر غیر متکلف عربی داں سمجھہ لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیلہ کی (یعنے اُن علوم و فنون کی جو باہر سے عربی زبان میں منتقل ہوے) اشاعت ہوئی ' اور وضعی علوم کی اصطلاحات اور نظری مباحث کی منطقی تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا ہوگیا ' تو ایک بڑی جماعت اُن لوگوں کی پیدا ہوگئی جنہوں نے قرآن کو اہستہ اہستہ منطقی و فلسفی جامہ پہنانا شروع کر دیا ' اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربی لغت سے ہٹ کر منطقی تعریفات و حدود کی نوعیت اختیار کرنے لگے - یہانتک کہ کچھہ عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وہی معانی سمجھے جانے لگے ' جو علوم وضعیہ میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یہ تبدیلی الفاظ اور مطالب ' دونوں میں ہوئی - مطالب میں بنیادی چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال ہے - ایک عظیم اور اصولی غلطی متاخرین سے یہ ہوئی کہ وہ قرآن کے فطری اور وجدانی اُسلوب بیان کی اہمیت معلوم نہ کرسکے - یونانی فلسفہ کے اشتغال نے اُن میں منطقی استدلال کا ذوق پیدا کردیا تھا - انہوں نے کوشش کی کہ جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئی بیان ہے ' اُسے کھینچ تان کر منطقی استدلال کی شکل دیدیں -

حالانکہ انبیاء کرام کے علوم کی راہ وضعی و منطقی طریق استدلال کی راہ سے بالکل مختلف ہے - انبیاء کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکہ قلوب سے ہوتا ہے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکہ عامۃ الناس کے لیے ہدایت و سعادت کی راہیں کھول دینے کے لیے آتے ہیں - اُن کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ اشیاء کی حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے ہیں کہ اعمال اور ان کے نتائج کی حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپنی تعلیم و ہدایت میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے ' جسے کسی طرح کی بھی مشابہت منطقی طریق بحث و استدلال سے ہو - اُن کا طریقہ سیدھا سادھا فطری طریقہ ہوتا ہے ' جسکے لیے نہ تو انسان کے بنائے ہوئے علوم و فنون کی تحصیل ضروری ہوتی ہے ' نہ پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے ہیں ' اور نہ کسی طرح کی ذہنی کاوش اور نظری سلوک کی قید ہوتی ہے - ہر انسان اپنے وجدان کی قدرتی استعداد اور طبعیت بشری کے فطری طلب و داعیہ سے اُسے سنتے ہی قبول کر لے سکتا ہے ' اور ایک فلسفی و حکیم سے لیکر ایک بادیہ نشین دہقان تک ' ہر درجہ ' ہر طبقہ ' اور ہر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا ہے !

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قید خانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سُنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈر بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آ گیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "طائف کی فوج مرتب کرنے اور طریبہ کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے اُنھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا"

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے جب عادت اُن کے ساتھ پہرا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا۔ کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔

نماز کے بعد بکر آفندی کمانڈر نے تمام خادموں کو روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈر نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈر سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈر فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دارالخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علیحدہ کر دئیے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بھی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی"

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈر کو بہت سخت سُست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دئے گئے۔ کمانڈر نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقائے مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے!

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے "جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمد اللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے دُور ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہے!" وہ حیرت انگیز طور اللہ تعالیٰ کی ذات پر متوکل نظر آتے تھے۔

ایک دن کمانڈر بکر آفندی نے کہا وہ ۸ مارچ کو مکہ معظمہ جائے گا تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سُنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر سنو۔ حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

"کمینا عبدالحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیر خواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سرورتی آفندی نے ہمیں سزا دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سرورتی آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو۔ قرآن پڑھے ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما! (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کرے، اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دئے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہو گئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک افسر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا۔ سپاہی، مشتری سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہو گیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا، تمام منہ کڑوا ہو گیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا، سب نے یہی محسوس کیا۔ جنھوں نے ایک دو قطرے بھی نگل لئے تھے وہ بیہوش ہو گئے اور کئی ہفتے بیمار پڑے رہے۔

مدحت پاشا کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بُلا کر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں ہی دودھ بھیجا تھا جس میں سے کمانڈر کو دیا کرتا ہے۔ لیکن جسنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُسکا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کسا ؤ سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جاکر کمانڈر کو خبر کردو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کمانڈر ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سُنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سُن چکے تھے کہ کمانڈر اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا "اِن لوگوں نے دودھ تو کھالیا ہوگا؟ کیا مر گئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کمانڈر کے پاس بھیجدیا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے۔ لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کردیا۔ اور کہا "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کردیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگادی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں مٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہوگیا کہ زہر ملادیا گیا ہے۔ بعد میں مش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا، دست دقے میں مبتلا ہوگئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہوگئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملادیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص اسمٰعیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۱۲ر مارچ ۱۳۰۱ھ کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۸۰ سپاہی داخل کردیے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کرکے کہا "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلادو تو تمھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہو گیا ہے۔ اُسے ۶۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کرڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سُنادیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑگئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہوچکے تھے۔ اپنی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لاکر بھردی اور محاصرہ کرلیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کردیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بُلاکر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کردینا چاہتے ہیں۔ اسے پہلے تم زہر لے گئے اور پلانے کا وعدہ کیا، مگر ابتک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کرکے سوگئے تو ہم سے بُرا کوئی نہ ہوگا"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہورہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

"آپ لوگ جُدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کرلیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سُن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مش آغا ایک افسر نے آکر کہا "میرالائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کمانڈر نے آکر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سمندر کا پانی بھی نہیں دھو سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟" بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں ابتک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں، بالکل جھوٹی ہیں، اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جُرم کی رات

۲۱ر رجب ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کرڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میرالائی محمد لطفی اور بکر آفندی کمانڈر، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کردی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کردیے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگا کر پکڑ لے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کردیے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کردیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ نامق پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سو رہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک کو اُٹھالے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہے۔ نہ کہ ارتکاب جرم!"

لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہوگئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھا کر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ مجھ آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلائے "امان امان!" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیرالدین آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہوکر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھالے گئے۔ رات ہی کو علی بک بروسہ لی کی دکان توڑ کر کفن کے لئے کپڑا نکالا گیا اور فوج کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کردیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگادیے گئے۔ ایک پر لکھا تھا "مدحت پاشا ۲۶ر مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۲ر مئی کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نماز کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کررہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہوجاتی ہے۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھوٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہوکر پھر دور ہوگیا۔ ہماری وجہ سے کئی معصوم بےگناہ قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیرالدین آفندی کو ۸۰ پونڈ دیئے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیرالدین آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کردی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کیے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مرگئے لیکن دنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہوگئی۔

سلطان عبدالحمید، ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کرکے روانہ کردیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں نہر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کے لئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ عرصہ موجود رہیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اُکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کردیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس واقعہ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز مرض فالج میں مبتلا ہوگیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا۔

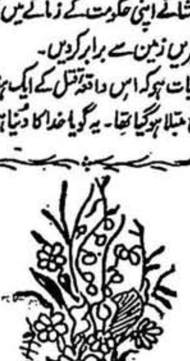

بریدِ شرق

مکتوبِ آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی موتمر ہے۔ موتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا۔ موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے۔ عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے۔ عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ر اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے۔ جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ ان سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہو گئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے، بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کیے گئے۔ بہت سے جلا وطن کئے گئے۔ کوئی مخلص ترک بھی اتحادیوں کے انتقام سے بچ نہ سکا۔

اس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی۔ ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چپ سنّاٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ چوکی بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریباً تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہم نے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو اب تک سلطان کو قید کئے پڑے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے۔ جس وقت ترکی جھنڈا وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہم نے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھتی اور بھاگتی نظر آئیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آرہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ر اکتوبر کو پیش آیا تھا۔

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ عصمت پاشا نے اُس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی۔ نیازی بک کی روداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اندفا کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

رشاد رضا بک اور موسی کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتایا کہ گذشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فرخ خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کرد، ترکی حدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ ترکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم اُنھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ر مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴،۰۱۶،۰۰۰ مسلمان ہیں۔ ۸۰،۰۰۰ یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر غلہ کی کاشت ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی۔ صرف فاسفیٹ

کی ایک کان ملی ہو۔ البتہ خیال کیا جاتا ہو کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

سنہ ۱۹۱۲ء سے اِبتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہو کہ مراکش میں برآمد و درآمد کا بسلسل اضافہ ہو رہا ہو۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
سنہ ۱۹۱۲ء	۱۴۲
سنہ ۱۹۲۲	۵۱۴
سنہ ۱۹۲۳	۵۰۸
سنہ ۱۹۲۴	۳۰۳
سنہ ۱۹۲۵	۶۲۶
سنہ ۱۹۲۶	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہو۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
سنہ ۱۹۱۲ء	۲۲۲	۱۵۲
سنہ ۱۹۲۱	۱۲۱۶	۷۵۳
سنہ ۱۹۲۵	۱۷۵۴	۹۵۳
سنہ ۱۹۲۶	۲۴۰۴	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہو۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں مراکش کی کل برآمد ۱۰۴ ملین فرنک تھی۔ سنہ ۱۹۲۶ میں ۱۲، ۷ ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہو۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوریٹ بھی داخل ہو جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہو۔ اس کی قیمت سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۰،۱۲۵،۰۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۶۶ ہزار فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہو۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۲۶۴ ملین قرضہ تھا لیکن سنہ ۱۹۲۰ میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہو گئی ہو۔ حکومت مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہو۔ سنہ ۱۹۲۲ میں حکومت کی آمدنی ۲۶،۷۶،۴۲،۳۴۰ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۳،۶۹،۰۰،۰۰۰ فرنک تھی۔ سنہ ۲۶ میں آمدنی ۴۰،۶۹،۱۵،۷۷۲ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۷،۸۴،۰۰،۰۰۰۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱،۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہو۔ لائن دو قسم کی ہو: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہو اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہو:

خط	درازی
دار بیضاء سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ "
قنطرہ سے وزان تک	۱۵۸ "

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

طنجہ۔ فاس لائن۔ یہ ایک فرانسیسی اسپینی کمپنی کی ملک ہو۔ اس کی درازی ۳۰۶ کیلومیٹر ہو۔

قنیطرہ۔ رباط لائن۔ یہ دار بیضاء اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ۔ فاس ریلوے سے ملجاتی ہو۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہو۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
سنہ ۱۹۰۷ سے سنہ ۱۹۱۱ء	۱۲۶
سنہ ۱۹۱۲ " سنہ ۱۹۱۳	۹۹۸
سنہ ۱۹۱۵ " سنہ ۱۹۱۹	۱۴۱۰
سنہ ۲۰	۴۹۰۸
سنہ ۲۱	۴۷۸۲
سنہ ۲۲	۴۳۶۱
سنہ ۲۳	۳۹۲۵
سنہ ۲۴	۳۳۳۸
سنہ ۲۵	۹۰۴۲
سنہ ۲۶	۱۲۰۰۰

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہو۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہو کہ صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کر کے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملا دی جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہو گیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحرا کا تمام غیر آباد حصہ آباد حصہ ہو جائے گا، اور مصر سے مراکش تک ایک نیا اندرونی خط تجارت

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوء و ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مشکلات

نظریۂ ارتقاء کے تحقیق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہو کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہو۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جس میں زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کر لی ہو۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہو۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں ممکن ہو یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعیین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہو۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈہائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہو اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسان کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہو اُن کے جسم کے صرف وہی اجزا مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے۔ یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر کا انکار نہ کر سکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہو کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہو کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہو جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل انتھروپوئیڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہو۔ بنا بریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہو۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہو۔ پھر کیا وجہ ہو کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہو کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہو۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے کے

لئے ایک طریقہ دریافت کیا ہی۔ وہ طریقہ یہ ہو کہ کیمیاوی انفعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہو۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہو کہ کیمیاوی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہو۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہی، اور دونوں خون اپنی کیمیاوی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشو و نما پاتا ہو، ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشو و نما حاصل کرتا ہو۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضا بھی موجود ہیں اور نظریہ نشو و ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہو۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہی، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہو۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہو۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اس مشابہت کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہو؟

دماغ انسانی کا نشو

بندر کے دماغ میں کوئی جزو ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزو انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزا اور اُن کی ترکیب موجود ہو، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہو۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہو۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہو۔ بلاشبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہو۔ انسان کے دماغ کی کمیت اور معین اجزا میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہو۔

ڈارون نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہو نہ کہ نوعیت میں۔ ڈارون کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہو کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہو، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہو۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعوی نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ انسانی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تحلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کیوں ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہو اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہو کہ عہد میوسینی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہو۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ باز کی؟ سر دست اِن سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔"

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلین کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہی، جو گذشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہو جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہو۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہی، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہو کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہی، بلکہ مقصود یہ ہو کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہی، اور مندرجہ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہو۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہو جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہو۔ یہ واقعہ ہو کہ ایلین اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوّے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہو۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہو۔ محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہو جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہی، بہت ممکن ہو کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہو!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں اب تک اس پر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے پیرس کی مخلوق کی عادت ہو کہ پہلے ہی سے لطف اٹھانے لگتی ہو میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے ہم تھیٹر پہنچے۔ پردہ اٹھنا تھا کہ ہم ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے لیکن چند ہی [illegible]۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متاثر کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمھارے سامنے انسان کی ایسی خصلتیں پیش کر رہا ہو جن کا ظاہر ہنسانے والا ہو، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رولانے والا ہو، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمھارے سامنے موجود ہو۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہو۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہو۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہو۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہو جو متوسط طبقہ تو نہیں ہو مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہو۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلین موجود ہو۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہو۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہو۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہو مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہو۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہو۔ پھر یک دفعت اس رشک ماہ کا اُستاد، مربی، اور عاشق بنجاتا ہو۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہو۔ پیرس کی ایک تھیٹر کی کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہو۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہو۔ ماں اُسے بڑے ہی تاثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہو اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہو۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہو۔ میز پر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پھرتیلی خادمہ کو سناتی ہو۔ اُس کا لہجہ بالکل ویسا ہی

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تأثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سُناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب و ہوا نا پسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگ جائے۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا الین دولتمند مدّاحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفاء راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو مگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری ہوئی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں عوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا منیجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آموجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کود کے ایک بڑے چائے خانہ میں گھڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہو کہ اُس کی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب لیت و لعل کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پُرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ الین بھی اپنی آرائش میں مصروف ہو۔ تھیٹر کے منیجر نے رقص کا لباس عاریۃً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آیندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورتوں کی تمام چیزیں جلد مہیا کر دے گا۔

موٹر آگئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، اُس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کمسن خادمہ شوق خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفے کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنھیں بہ مشکل پہچان سکتے ہیں۔ دولت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئے ہیں۔ اب غربت کی جھلک کہیں نظر نہیں آتی۔ الین کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا مسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ شب و روز ہُن برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہ رہی۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا ماہیگیر عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیر زن کی خاتون ہو آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں ہو۔ اب پھرتیلی اور چست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ الین کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیر زن کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں الین کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے منیجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ الین کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھے ہیں، کھیلتے ہیں، مذاق کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ الین کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہو گا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار سے بھی ہو گیا ہو جس میں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری ہی تھی کہ الین کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ الین اپنے دولت مند قدردان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ الین اور اُس کے دوست میں گفتگو ہو رہی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسی وقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ الین کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آگیا ہو۔ اس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدِّ راہ ہو جاتا ہو!

یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟

مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر الین اسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی خوشی کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ پس و پیش کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "الین کا شوہر کہتے ہیں" اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں ملاتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر تنہا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھول رہا ہو۔ اُس میں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور زیادہ ہو جاتا ہو۔ وہ سوچتا ہو کہ کل الین جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہ دی! شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہو۔ دیکھو، اُس نے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اس کا ذکر تک نہ کیا! شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن الین چالاک ہو۔ شوہر احمق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک رفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفے کے بعد ہم الین کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اس طرح حاصل ہوا کہ الین اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا۔ اُس نے احباب کے ساتھ الین اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بد نصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال نا قابل برداشت ہو۔ میں اس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ الین اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اس قرار داد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن الین کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحے ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

شدید حقارت میں تبدیل ہو جاتی ہو۔ عاشق عاشق! اس شوہر کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو جس کی رگوں میں گرم خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہو، اور جو اس بات پر راضی ہو جاتا ہو کہ اس کی بیوی، اُس میں اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہو!

عاشق رخصت ہوتا ہو۔ الین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہو۔ گفتگو جاری ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بھی اچانک کہہ دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہو۔ خوف سے کانپنے لگتی ہو۔ مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہو "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہو!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہو۔ واقعی اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہو۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہو کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کو ٹھوکر کٹ سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت سست کہنے لگتی ہو۔ اس پر شوہر کا جام صبر بھی لبریز ہو جاتا ہو۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہو۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کرلی محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہو "میری دیوثی دیکھے گی!" عورت لرزہ براندام ہو۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہو۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہو۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہو۔ غیرت سے انتقام پر تلا ہوا ہو۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہو۔ معافی کا ارادہ کرتی ہو۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہو۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اس پر ٹوٹ پڑنے کو ہو۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہو، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہو "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا!" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہو۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہو!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُس پر چلی جانا" مگر اب موٹر کہاں؟ الین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی دیوثی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہو، حالانکہ اس نفرت و حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ الین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

الین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی۔ یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیون کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر ٹیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح یا زیر اثر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کرلی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالامال ہو رہی تھی۔ لیکن روم کو اس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ اِن میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ء۔ ۲۴۱ء ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسینی پر قبضہ کرلیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آ گیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہو۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہو۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پیرنیز کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑوں کو عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ اُنھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازمین کا معرکہ، جو ۲۱۷ء ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کان" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔

مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدربال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثنار میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ء ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار شیپون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ ملک بدر ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر اُس نے ۱۸۳ء ق م میں زہر کھا کر خودکشی کرلی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ء سے ۱۴۶ء ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں اول درجے کی لڑائی سمجھی جاتی ہو، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھلائے جو آج تک تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتو نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور یہ دیکھ کر جل گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہو۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہو۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل ہو کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہو۔ ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں مجبور کرتا ہو کہ

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک

بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجائے۔ منیجر

ہم بحری تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیر اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دَولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہٰذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پُوری کرنے کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اِس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے عملاً دو مرتبہ اُس پر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آ رہا ہوں۔ اپنی اِن دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور، اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پائمال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کر لی اور کسی "جائز سبب" کی جستجو شروع کر دی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ رؔوم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کر دیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتیار، رؔوم کے حوالہ کر دیئے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر رؔوم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہو گیا ہے۔ چنانچہ مطالبہ کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے ۱۰ میل دُور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تُل گئے۔ اُنھوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور طیّاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہو کر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالامال رکھا۔ لیکن رؔوم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدّت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کر لی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کر سکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مر جائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہو گئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کر لیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنائی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کر دی۔ لیکن سخت جدّوجہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ شکست کھائی اور واپس ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے۔ رؔوم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب رؔوم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے رؔوم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہو گئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہو گئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد رؔوم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگا دی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن، شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار لگے تھے اور ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں ابتک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربارِ خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہے"؟ امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا "کیا میرے جیسے شخص کے لئے رَوا ہے کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کر دو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہو گئی۔

"اہلاً و مرحباً!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر مر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا! آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہے" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا "واللہ میں نے سُنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کی سُنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سُورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے، جو یقین چاہتا ہے ہم سے یقین لے۔ حق گم ہو چکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، ٹوٹا، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کر کے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پُوری ہو کر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے؛ مَردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر جمے رہو! پیچھے قدم نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کر کے کہا "تم ہر خون میں علی کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کر دے"

"واللہ علی کی مَوت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

خواجہ حسن نظامی
کا
ہفتہ وار انگریزی اخبار
ینگ مسلم دہلی
تبلیغ کا حامی، مسلمانوں کے سیاسی حقوق کا معاون اور تمام اسلامی مطالبات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنے والا۔ سالانہ قیمت پانچ روپے طالب علموں سے چار روپے۔ ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو پڑھنا چاہیے،
مینجر ینگ مسلم دہلی

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم با مسمیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سربائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

برنسخۂ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہے کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ تندرستی ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہے اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہے کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہے، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سرِ نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہے اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہے۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہے بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب مسیح اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہے جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا شاہد ہو کیجئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے گر معتد بہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہے۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہے۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہے اور یہی زمانہ ہے منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہے علاوہ اسکے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۸ء مع جنتری تیار ہے۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

دو روپے تولہ سونا

رنگ دیکھ لو گھسکر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آ جاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہے۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس ۲۴ چوڑیوں کے دام مبلغ سات روپے (عـــه)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۸۳ لاہور

برص سفید داغ ۱۲ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس ۲۱ خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۱۲ روز کافی ہوگی قیمت مع خرچ ستارہ روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۵ دربھنگہ (بہار)

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۷ء دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عـــه) طلبہ سے دو روپیہ (عـا) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صـہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

اشتہار کے لئے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکّے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں ؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide To Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

"مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب تر

دوا فروش کی دکان سی

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگواکر

استعمال کیجئے

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضا مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن الئمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ــــ في العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهـــلال بك ایـــجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکهین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوگئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

تائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ہوتے ہیں جنکي اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ تائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher:

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروري ہے کہ

تائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرني چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاہئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہي آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ہیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ہر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.